ایک تاریخ ساز اجتماع

مولانا سید عدنان کاکاخیل

آنکھوں نے ایسا حسین منظر پہلے کہاں دیکھا تھا؟ یوں لگتا تھا آج کہکشاں آسمان سے جامعہ اشرفیہ کے دارالحدیث میں اتر آئی ہے۔ علم وتقویٰ کے انوارات سے جگمگاتے یہ ڈیڑھ سو چہرے پاکستان کے اہل علم وفضل کا خلاصہ اور اہل فکر ونظر کے جوہر کا عطر تھے۔ کرسی صدارت پر صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب جلوہ افروز تھے۔ بخاری شریف پڑھاتے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کا ورد کرتے کرتے ساٹھ سال ہونے کو آئے ہیں۔ اللہ اللہ کتنی برکتیں، کتنی رحمتیں اپنے جلو میں لے کر آئے ہوں گے۔ ان کے دائیں طرف قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور بائیں طرف مولانا سمیع الحق صاحب ہیں۔ پھر ان دونوں حضرات کے ساتھ ایک طرف شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی اور دوسری طرف مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی ہیں۔ ان کے ساتھ ایک طرف شفیق الامتہ حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور دوسری طرف ناظم اعلیٰ وفاق قاری حنیف جالندھری ہیں۔ اسی طرح ان کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مفتی عبدالرحیم، مفتی غلام الرحمٰن، مولانا عبدالغنی (چمن)، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا زاہد الرشدی۔ اسی طرح ہر کرسی پر آسمان علم کا کوئی روشن ستارہ، خدمت دین کا کوئی روشن باب......

ایسا حسین منظر کہ آنکھیں دیکھتے دیکھتے سیر نہ ہوں۔ ہر کوئی سوچتا ہوگا ان اللہ والوں سے ان کی مصروفیات چھڑوا کر کس فکر نے ان کو یہاں جمع کیا ہے؟ یہ بخاری شریف، تفسیر قرآن، فقہ اسلامی کی درسگاہوں کو، اپنی مسندوں کو چھوڑ کر کیوں لاہور میں اکٹھے ہوئے ہیں؟

جواب ملا: ان کو دھرتی نے پکارا ہے۔ لہولہو پاکستان نے اپنے فرزندوں کو آواز دی ہے۔ ہاتف نے دہائی دی کہ اے آزادئ پاک وہند کے رہنماؤں کے جانشینو! اٹھو پھر تمہاری مقدس زمین تم کو پکار رہی ہے۔ اس سرزمین پر خدا کا

نظام نافذ کرنے کی کوششوں کو ساٹھ برس سے زائد عرصہ ہو چکا۔ آج یہ فرزندانِ اسلام اپنی کوششوں، اپنی محنتوں، اپنی جدوجہد کو پھر تازگی بخشنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔

کارروائی کا آغاز مولانا فضل رحیم صاحب کی دردبھری تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اجلاس کی غرض وغایت اور ایجنڈا پیش فرمایا۔ نپی تلی گفتگو، فکرودردمندی میں ڈوبا لہجہ، حرف حرف سے ٹپکتی فقاہت، اس پیکرِ اخلاص اور مجسمہ صدق وصفا کو اپنے درمیان دیکھ کر ہی اہل حق کو اپنے قافلہ کی درست سمت کا یقین ہو جاتا ہے۔ ان کو بھی علوم نبوت کی خدمت کرتے ہوئے...... تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد اور فنون اسلامیہ کی سوغات بانٹتے ہوئے نصف صدی ہو چلی ہے۔ ان کے شاگردوں کی بھی تین نسلیں تیار ہو چکی ہیں۔ تقریباً دو دہائیوں تک پاکستان کی عدالت عظمٰی میں بیٹھ کر انصاف بانٹا ہے۔ اسلامی قوانین اور اسلامی معیشت کے لئے اپنی گراں قدر خدمات کی بنیاد پر پورے عالم اسلام میں پلکوں پر بٹھائے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے بعد قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو دعوت دی گئی۔ جمعیت علماء اسلام وطن عزیز میں نفاذِ اسلام کی جدوجہد میں مشغول، اہل حق کی جماعت ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بڑے مدبرانہ انداز میں پارلیمان کے ایوانوں میں نظریۂ پاکستان اور ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لئے لڑی جانے والی آئینی وقانونی جنگ کی تفصیلات بیان کیں۔

مولانا نے بتایا کہ کس طرح آئینی اصلاحات کے نام پر وطن عزیز کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان سے بدل کر عوامی جمہوریہ پاکستان، صدر پاکستان اور وزیراعظم کے لئے مسلمان ہونے کی شرط کے خاتمے اور اراکین پارلیمنٹ کے لئے امین ہونے اور فاسق وفاجر اور مرتکب کبیرہ نہ ہونے کی شرط کے خاتمے کی سیکولر جماعتوں نے تیاری مکمل کرلی تھی۔ وطن عزیز کے اسلامی دستور کو سیکولر بنانے کی مذموم کوششوں کے خلاف پارلیمنٹ میں موجود علماء نے بڑی حکمت ودانائی اور بیدار مغزی کے ساتھ ایک اعصاب شکن جنگ کے بعد فتح مبین پائی اور وطن عزیز کے اسلامی دستور کی حفاظت کی۔ راقم الحروف نے ظہر کی نماز کے وقفے میں خصوصی طور پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ان کی جدوجہد پر مبارک باد پیش کی اور ان سے گزارش کی کہ وہ اس دستوری معرکہ کی تفصیل سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے تمام ممکنہ ذرائع بروئے کار لائیں۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ملک کی سیکولر جماعتیں پاکستان کے متفقہ دستور کی اسلامی دفعات کے خاتمے پر تل گئی ہیں اور ان کا راستہ روکنے کے لئے محب وطن اور پاکستان کی اسلامی اساس سے لازوال وابستگی رکھنے والی جماعتوں بلکہ پوری قوم کو متحد ہو کر ان مذموم کوششوں کا راستہ روکنا ہوگا۔

علمائے کرام کو اس امر پر بھی متحد اور متفق پایا گیا کہ افغانستان میں افغان مجاہدین اپنے عقیدے اور وطن کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں جو بلاشبہ جہاد عظیم ہے اور تائید الٰہی اور نصرت غیبی سے الحمدللہ وہ فتح کے قریب پہنچ چکے

ہیں۔ جہادِ افغانستان کے حوالے سے علماء ومشائخ نے اپنے موقف کا بھرپور اعادہ کیا۔ مولانا احمد لدھیانوی نے بھی بڑا سنجیدہ اور پرمغز بیان کیا، انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا: اکابر ہمارے لیے جو لائحہ عمل طے کردیں گے اگر ہم اس سے سرمو انحراف کریں تو ہمارا محاسبہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ اپنے بزرگوں اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوکر، ان کی رائے اور منشاء کے مطابق جماعت کو چلانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کی سنجیدہ اور ٹھوس تجاویز کو بڑی اہمیت کے ساتھ سنا گیا۔

وزیرستان اور باجوڑ سے تشریف لائے علماء نے اپنے اپنے علاقوں کے دلخراش حالات سنائے جن کو سن کر ہر ایک کا کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ خدا جانے یہ پرائی جنگ کب تک ہمارے دامن کو خاکستر کرتی رہے گی۔ علماء نے اندرونی شورشوں کے خلاف طاقت کے استعمال کو غلط قرار دیتے ہوئے مذاکرات اور بات چیت کے ذریعہ داخلی مسائل کو حل کرنے پر زور دیا۔

اس موقع پر جامعۃ الرشید کی طرف سے ایک اہم تحریر ''ہم کہاں کھڑے ہیں؟'' کے عنوان سے علماء کرام کی خدمت میں پیش کی گئی جو کافی حد تک ملک کی موجودہ صورت حال، اسباب وعوامل اور مسائل کا ممکنہ حل پیش کرتی ہے۔ امید ہے کہ اس کا مطالعہ آپ کے لیے بصیرت افروز ثابت ہوگا۔

حضرت مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہزارہ ڈویژن کی مشہور شخصیت اور دارالعلوم حسینیہ شنکیاری (ضلع مانسہرہ) کے بانی حضرت مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب کا انتقال ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ (۸ دسمبر ۲۰۰۹ء) کو ہوا۔ وہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور استاذ الکل مولانا رسول خان صاحبؒ اور حضرت مولانا ادریس کاندھلوی صاحبؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ وہ کئی اداروں کے سرپرست تھے۔ خصوصاً ہزارہ ڈویژن میں ان کی دینی مساعی مدارس ومکاتب اور تلامذہ ومعتقدین کی صورت میں بڑی نمایاں ہیں، ان کا قائم کردہ ادارہ اس علاقے کا ایک مرکزی ادارہ سمجھا جاتا ہے اور علماء واکابر کا مرجع رہا ہے، انہوں نے عوامی حلقوں میں بھی بڑا دینی اور اصلاحی کام کیا اور تقریر وعظ ونصیحت کے ذریعے ہزاروں لوگ آپ سے مستفید ہوئے، وہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے دستِ راست تھے، انہوں نے مختلف تحریکوں، خاص کر تحریکِ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان کے علمی ذوق کے بارے میں ان کے ایک معتقد لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ صاحب کو اپنے اکابر کی طرح ان کی تصانیف وکتب سے قلبی تعلق وعقیدت تھی، خصوصاً علامہ عینی کی عمدۃ القاری ہر وقت زیر مطالعہ رہتی تھی، مولانا رومیؒ کی مثنوی اور اس کی عربی شرح المنہج القوی سفر وحضر میں ساتھ رکھتے تھے، مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ المفاتیح گویا ازبر تھی، امام غزالیؒ کی احیاء العلوم کے حوالے نوکِ زبان ہوتے تھے، حضرت تھانویؒ کی تصانیف کا اکثر تذکرہ فرماتے اور بطور سند حوالے دیتے، خصوصاً حضرت تھانویؒ کے مواعظ سے اقتباس فرماتے تھے، تفاسیر میں تفسیر جلالین اور اس کی شرح الصاوی خصوصیت سے زیر مطالعہ رہتی تھی، قرآن عظیم کے ماہر تھے، قرآن عظیم کی آیات اور ان کے الفاظ سے نکتہ رسی کا خاص ملکہ تھا، فقہی جزئیات میں فتاویٰ شامی کے گویا حافظ تھے۔ حفاظ کے لیے صبح کی نماز سے قبل کم از کم پانچ پارے تلاوت ضروری قرار دیتے تھے۔''